فلسفہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ

تحریر: مولانا حکیم محمد ادریس فاروقی سوہدروی رحمہ اللہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اپنے اندر گہرا فلسفہ رکھتی ہے، چونکہ ہمارے خیال میں یہی فلسفہ اُن کی سیرت اور شہرت کا لب لباب، خلاصہ اور نچوڑ ہے، اس لیے اس کو اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے۔ یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ شہادت نہایت اونچا منصب ہے، قرآن حکیم کے بموجب شہید مردہ نہیں زندہ ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿و لا تقولوا لمن یُقتل فی سبیل اللہ اموات﴾ ''اور جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیئے جائیں انہیں مردہ نہ کہو۔'' [البقرۃ :۱۵۴] دوسری جگہ فرمایا: ﴿ و لا تحسبن الذین قُتِلوا فی سبیل اللہ امواتاً﴾ ''اور اللہ کی راہ میں جان دینے والوں کو مردہ گمان نہ کرو۔'' [آل عمران :۱۶۹] اس میں نکتہ یہ ہے کہ شہید کو مردہ کہنے سے حوصلے پست ہوتے ہیں، بزدلی فروغ پاتی ہے اور جذبہ جہاد کو دھچکا لگتا ہے۔ شہید کو زندہ کہنے اور سمجھنے سے غم ہوتا ہے نہ صدمہ، بلکہ حوصلے بلند ہوتے اور جذبہ جہاد پروان چڑھتا ہے اور اسلام بھی یہی چاہتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں جذبہ جہاد پیدا کیا جائے اور اس میں شبہ نہیں کہ جہاد کی بدولت ہر طرح کی عزت وعظمت نصیب ہوتی ہے، دشمن پر رعب طاری ہوتا ہے، قوم کو غلامی سے نجات ملتی ہے۔ نئی نسل پُر جوش، بلند اخلاق، قرآن وسنت کی شائق، جری، دلیر، نڈر، چاق وچوبند، اولوالعزم اور بہادر بنتی ہے، اسلام پھیلتا پھولتا، اور اسلامی حکومت وسیع ہوتی ہے نیز مسلمانوں کی دنیائے کفر پر دھاک بیٹھتی ہے۔ اس پر ہمارا ماضی اور بدر وحنین کے معرکے، میدان قتال کے رزمیہ کارنامے اور مجاہدین وشہدائے اسلام کے روح پرور اور ایمان افروز واقعات شاہد ہیں۔

اب آپ غور فرمائیے کہ جس قوم کے ہاں زور وشور سے رونے پیٹنے کا عمل جاری ہو، گریہ ہی گریہ ہو، اپنی چھریوں سے اپنی پیٹھ ادھیڑی جا رہی ہو۔ مکوں سے اپنا ہی سینا کوٹا، اور دو ہتڑوں سے منہ سرخ اور سر کے بال نوچے جا رہے ہوں کیا وہ قوم جذبہ جہاد برقرار رکھ سکتی ہے؟ اور مجاہدانہ سرگرمیوں میں حصہ لے سکتی ہے؟ بالکل نہیں کبھی نہیں۔ جس قوم کے ابھی پچھلے شہیدوں کے آنسو خشک نہ ہوئے ہوں وہ نئے شہیدوں کے ''صدمات'' کیونکر برداشت کر سکتی ہے؟ ایسے لوگ تو شہادت کے تصور ہی سے کان پر ہاتھ رکھیں گے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم

شہادت حسینؓ پر رونے پیٹنے کے بجائے فلسفہ شہادت حسینؓ پر غور کریں اور آپؓ کی شہادت سے جو اسباق ملتے ہیں انہیں پیش نظر رکھیں اور انہیں اہتمام کے ساتھ بتانے، سنانے اور اپنانے کی کوشش کریں۔ ہم ایسے سب دوستوں کو یہی ہمدردانہ مخلصانہ مشورہ دیں گے کہ اللہ کیلئے حضرت حسینؓ کے مشن کو سمجھیں کہ وہ کیا تھا اور اسے عام کریں اور اتنا عام کریں کہ جس قدر ضرورت ہے۔ ورنہ سال میں ایک دو دفعہ رونے رلانے سے ہمیں کچھ حاصل نہ ہوسکتا ہے، نہ روح حسین رضی اللہ عنہ کو سکون بہم پہنچ سکتا ہے۔ اب ذیل میں ہم فلسفہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر اختصار و جامعیت سے روشنی ڈالتے ہیں، کیونکہ یہی وہ نکتہ حقیقت طراز ہے جسے پیش نظر رکھنے اور اپنانے کی بدولت ہماری زندگی میں انقلاب آسکتا ہے۔ اب فلسفہ شہادت حسینؓ ملاحظہ فرمائیے۔

◈ **آغاز قربانی انجام قربانی:** ہمارا اسلامی سال اگر حضرت اسماعیلؑ کی قربانی اور حضرت عثمانؓ کی شہادت پر ختم ہوتا ہے تو حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے شروع ہوتا ہے، جو ہمیں سرفروشی و جاں سپاری کا سبق دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ ہمارا آغاز بھی شہادت اور ہمارا انجام بھی شہادت ہے۔ یہ شرف اور کسی قوم کو نصیب نہیں ہے۔ یہ ہمارا آغاز و انجام بتا رہا ہے کہ ہم کسی وقت بھی نقد جسم و جان پیش کرنے سے گریز نہیں کرتے نہ کرسکتے ہیں۔ بحیثیت مسلمان، ہم نذرانہ جان پیش کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا سال نو رزمیہ اور مجاہدانہ کارناموں سے شروع کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ یہی انداز مسلمانوں کے شایانِ شان اور ان کی فخریہ روایت کے مطابق ہے۔ مہربانی کر کے اپنا نیا سال رونے پیٹنے سے شروع نہ کریں۔ یوں شروع کریں کہ دل میں جذبہ جہاد انگڑائیاں لے رہا ہو۔ خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ بھی یکم محرم کو مرتبہ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ اللہ کرے، ہم ادھر بھی کچھ غور کریں۔

◈ **آزادی رائے:** اگر ہماری آزادانہ رائے اکثریت کے خلاف ہو تو جرأت کے ساتھ اس کا اظہار کریں، کسی بھی قوت و طاقت سے ہرگز مرعوب نہ ہوں۔ دیکھئے! حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو حکومت وقت سے اختلاف تھا، گورنر کوفہ ابن زیاد نے آپؓ سے اپنے ہاتھ پر یزید کیلئے بیعت لینے کیلئے اصرار کیا اور اپنے دربار میں حاضر ہونے کے احکامات جاری کئے، آپؓ کو دھمکیاں اور ڈراوے دیئے مگر آپؓ مطلق خوفزدہ نہ ہوئے اور اپنی رائے پر برابر قائم رہے، کربلا پہنچ کر ابنِ زیاد اور شمر جیسے درندہ خصلت حکمرانوں کے سامنے بھی نہ جھکے، نہ ڈرے، نہ ہراساں ہوئے اور باوجود نہتے ہونے کے دشمن کے ٹڈی دل لشکر سے ٹکرا گئے۔

◆ **درسِ وفا:** ہمیں چاہیے کہ اہل کوفہ کی بے وفائی سے عبرت حاصل کریں۔ انہوں نے سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خود کوفہ بلایا، مگر مشکل وقت آنے اور ضرورت پڑنے پر کسی کام نہ آئے۔ ہمیں کوفیوں سے یہ درس عبرت لینا چاہیے کہ ہم اپنے مخلص و محسن لوگوں کو پہچانیں۔ ان کا ساتھ دیں اور کسی صورت ان سے دغا نہ کریں اور صحیح مخلص وہ ہوتے ہیں جو اپنا خیال نہ کریں بلکہ قائدین اور مخلصین کا خیال کریں۔ اپنے آپ کو نہ بھریں یعنی اپنی ضروریات سے پہلے ان کی ضروریات کا خیال رکھیں۔ سانحہ کربلا سے ہمیں یہ سبق لینا چاہیے کہ اپنے مخلصین اور محسنین کے ساتھ کسی صورت میں بے وفائی اور دغا بازی کا برتاؤ روا، نہ رکھیں اور کم از کم درجہ یہ ہے کہ مخلصین و محسنین کو پہچانیں اور ان سے کوئی فریب نہ کریں۔

ہمیں صحابہ و اہل بیت کرامؓ کی وفاداری کے واقعات اپنے سامنے رکھنے چاہئیں کہ انہوں نے کس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا کی تھی۔ درحقیقت ہمارے سچے مخلص و محسن ہیں بھی وہی لوگ یا ان کے سچے پیروکار جنہوں نے ہمیں دِین اور دنیا دونوں کا راستہ دکھایا اور اپنے قول و عمل سے ایثار و وفا کی ناقابلِ فراموش داستانیں رقم کیں۔

◆ **نفاق کی تباہ خیزیاں:** ہم جب کسی شیخ کو امامت، امارت اور سیادت سپرد کر دیں تو سوچ سمجھ کر سپرد کریں، مگر جب کسی کو یہ منصب سونپ دیں تو پھر اس پر اعتماد کرنا سیکھیں۔ آئے دن اس سے الجھنا اور برسرِ پیکار رہنا شریفانہ شیوہ نہیں۔ جن لوگوں نے سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، ان میں سے اکثر آپؓ کی اقتداء میں نماز ادا کر چکے تھے اور آپؓ کی عظمت کے قائل تھے، حسب و نسب، علم و تقویٰ ہر چیز میں آپؓ کو افضل و بہتر مانتے تھے، مگر اس کے باوجود انہوں نے آپؓ سے لڑائی کی، حالانکہ یہ ہرگز ان کے لائق نہ تھا۔ جو لوگ کسی شخص کو اپنا امیر یا امام بنا کر اس کی امارت و امامت قولاً یا عملاً نہیں مانتے سمجھ لیجئے وہ نفاق میں گرفتار ہیں۔ انہیں نفاق کی لعنت سے کوسوں دور رہنا چاہیے۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس طرح کرنے سے ملی شیرازہ منتشر اور اتحاد و تنظیم کو ناقابل تلافی نقصان پہنچتا ہے۔ منافق ذہن قوم کبھی بکھیڑوں سے نہیں نکل سکتی۔

◆ **نوشتۂ تقدیر:** تقدیر، تدبیر پر غالب آ کے رہتی ہے۔ تقدیر ارکان ایمان میں سے ہے اور یہ برحق ہے۔ اہل اسلام کو تقدیر پر پورا ایمان رکھنا چاہیے اس سے کبھی صَرفِ نظر نہیں کرنا چاہیے۔ دیکھ لیجئے حضرت حسینؓ جب

عازم کوفہ ہوئے تو سب آپؓ کو روکتے تھے مگر آپؓ نہ رکے مگر اثنائے سفر جب آپؓ واپس جانا چاہتے تھے تو لشکر ابن زیاد نے رکاوٹ ڈال دی کہ آپ واپس نہیں جا سکتے۔ کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں یہ سب کچھ حضرت حسینؓ نے جان بوجھ کر کیا تھا؟ دوستو! یہاں بھی تقدیر کا عمل دخل تھا۔ مگر قسمت کا لکھا کون مٹا سکتا ہے؟ اسی کو کہتے ہیں: ''نوشتۂ تقدیر'' اور یہ بدل نہیں سکتا۔ سچ ہی کہا کسی نے

وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿و ما تشآؤن الاّ انْ یّشآء اللہُ ربُّ العٰلمین﴾ ''اور اللہ رب العالمین کے چاہے بغیر تم کچھ نہیں چاہ سکتے۔'' [التکویر:۲۹] دوسری جگہ فرمایا: ﴿واللہ غالب علی امرہٖ و لکن اکثر الناس لا یعلمون﴾ ''اور اللہ اپنے (ہر) کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' [یوسف:۲۱] حضرت علیؓ کا مشہور قول ہے: (عرفت ربی بفسخ العزائم) ''جو گا۔ ہے میرے مضبوط ارادے تکمیل کو نہیں پہنچتے اور راستے ہی میں ٹوٹ پھوٹ کر چکنا چور ہو جاتے ہیں اس بات سے میں نے رب کو پہچانا ہے۔''

علامہ اقبال نے مذکورہ ارشادات کی روشنی میں کہا ہے۔

بزور بازوئے تقدیر، تدبیریں نہیں چلتیں

بیشک تقدیر کے سامنے بڑے بڑے طاقتور، دانشور اور ارباب اختیار و اقتدار بے بس ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ٹھیک یہی کچھ ہوا عالی مقام حضرت حسینؓ کے ساتھ۔ یہ بات ہرگز نہ بھولئے اور اسے پلے باندھ لیجئے کہ ہر بات پر سو فیصد پوری طرح قدرت رکھنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور کوئی نہیں اور اللہ تعالیٰ جو لکھ دے اسے کوئی بدل نہیں سکتا۔

◈ **علم غیب اللہ کا خاصہ ہے:** چھٹا سبق یہ ہے کہ پیش آنے والے حالات اور غیب کی باتوں کو اللہ رب العالمین کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ان بدلتے ہوئے حالات کا یقیناً حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو علم نہ تھا۔ اگر آپؓ کو پہلے علم ہو جاتا تو آپؓ ہرگز آگے قدم نہ اٹھاتے، بلکہ حضرت مسلم بن عقیل ہی کو روانہ نہ فرماتے، کیونکہ آپؓ اپنے آپ کو اور اپنے عزیز کو جان بوجھ کر موت کے منہ میں دھکیلنا نہیں چاہتے تھے۔ یقیناً آپؓ وقت سے قبل ان دلخراش اور افسوسناک حالات و واقعات پر مطلع نہ تھے۔ قرآن حکیم نے اعلان کرتے ہوئے حضرت خاتم

النبیین ﷺ کی زبان سے کہلوایا ہے: (قُل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ) ''اے محمدؐ! کہہ دیجئے کہ آسمان وزمین کا غیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔'' [النمل: ۶۵]

◈ **قیادت کوئی پھولوں کی سیج نہیں:** سانحہ کربلا کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ایک لیڈر، قائد اور رہنما کو کبھی مجبوراً اپنی رائے کے خلاف اپنے پیروکاروں کی رائے پر عمل کرنا پڑ جاتا ہے۔ قیادت جہاں اپنے پہلو میں منافع رکھتی ہے وہاں اپنی جلو میں قسم قسم کے مفاسد بھی رکھتی ہے اور جہاں اطاعتِ امیر کا جذبہ کم یا کالعدم ہو وہاں قیادت ماسوائے ابتلاء اور فتنہ سامانی کے کچھ بھی نہیں، ایسی صورت میں اس سے یکسر احتراز کرنا چاہیے۔

مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر سن کر حضرت حسینؓ واپس جانا چاہتے تھے، مگر حضرت مسلم بن عقیل کے اعزہ رکاوٹ بن گئے۔ اس وقت حضرت حسینؓ کو مجبوراً اور بادلِ نخواستہ آگے بڑھنا پڑا، کیونکہ آپؓ نے اپنے ایثار پیشہ ساتھیوں کے جذبات کا احترام بجالانا ضروری سمجھا۔

◈ **تکلیف پر صبر کیجئے:** انسان کو اگر کوئی رنج، دکھ، تکلیف یا صدمہ پہنچے تو اس پر صبر سے کام لینا چاہیے، صبر آزما اور کٹھن مرحلے پر صبر کرنا حضرت حسینؓ کی عظیم ترین سنت ہے۔ آپؓ نے کربلا میں جس صبر وسکون کا مظاہرہ کیا وہ صفحاتِ تاریخ میں ہمیشہ رقم رہے گا، آپؓ کے کمال صبر کا ذکر کرتے ہوئے شبیر حسن خان جوش ملیح آبادی نے کہا ہے۔ ؎

جو دہکتی آگ کے شعلوں پہ سویا وہ حسینؓ
جس نے اپنے خون سے عالم کو دھویا وہ حسینؓ

جو جواں بیٹے کی میت پہ نہ رویا وہ حسینؓ
جس نے سب کچھ کھو کے کچھ نہ کھویا وہ حسینؓ

سیدنا حضرت حسینؓ نے جب ہمشیرہ زینب کو پریشان حال دیکھا تو فرمایا: اے بہن! میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں: میری جدائی پر صبر کرنا، ہرگز نہ رونا، نہ پیٹنا، نہ بال نوچنا، نہ گریبان چاک کرنا۔ تم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہو، جیسے انہوں نے پیغمبر ﷺ کی وفات پر صبر کیا تھا، تم میری شہادت پر صبر کرنا۔''

◈ **عقیدہ توحید کی اہمیت:** شہادتِ حسینؓ ہمیں سب سے بڑا اور مرکزی سبق توحید باری تعالیٰ کا دیتی ہے کہ حاجت روا اور مشکل کشا صرف ایک اللہ ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں اور لگتا ہے کہ کربلا کا بنیادی فلسفہ اور مرکزی

نکتہ ہے بھی یہی اور شاید اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کے تحت یہ حادثہ رونما بھی اسی لیے ہوا کہ ساری دنیا جان لے کہ اگر رب تعالیٰ کسی کو تکلیف پہنچانا چاہے تو اسے کوئی دور نہیں کرسکتا اور اگر وہ تکلیف دور کرنا چاہے تو کوئی پہنچا نہیں سکتا۔ یہ قرآن مجید کا فیصلہ ہے جو آگے آ رہا ہے۔ جہاں تک ہم نے غور کیا ہے سانحہ کربلا کا سب سے بڑا مقصد توحید خالص کو اجاگر کرنا ہے کہ سوائے ذاتِ احد وصمد کے کوئی حاجت پوری کرسکتا ہے نہ مشکل دُور کرسکتا ہے۔ تمام انبیاءؑ کی مشترک اور پُرزور دعوت مسئلہ توحید ہی تھی۔

دیکھ لیجئے میدانِ کربلا میں حضرت حسینؓ دشمن کے لشکر میں پھنس چکے تھے اور ایسے پھنسے کہ بسیار کوشش کے باوجود نکل نہ سکے اور پھر آپؓ کے قافلے پر وہ مظالم توڑے گئے کہ جن کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، لیکن اس مشکل سے دوسروں کو رہائی دلانا تو رہا الگ، آپؓ خود اپنی ذات کو نہ بچا سکے۔ یہ جو کچھ ہم عرض کر رہے ہیں یہ نہ اتہام ہے نہ جھوٹ، نہ تنقیص ہے نہ بے ادبی۔ یقین جان لو یہ حقیقت ہے مہرِ نیم روز کی سی حقیقت۔ بلکہ یہ توحید باری تعالیٰ کی روشن دلیل ہے جسے کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ یہ عقیدہ ہمیں قرآن وسنت سے ملا۔ اس میں حضرت علیؓ یا حضرت فاطمہ الزہراؓ یا حضرت حسنؓ وحسینؓ کی توہین ہے نہ ان کی عظمت وفضیلت کی نفی۔ دراصل یہ فرق مراتب ہے جو سمجھنا ضروری ہے۔

مشہور فارسی مقولہ ہے ''گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی'' یعنی اگر تم مراتب میں فرق نہ کرو گے تو زِندیق ہو جاؤ گے۔ برادران اسلام! براہ کرام غور فرمائیے! ایک خالق کا مرتبہ ہے ایک مخلوق کا۔ مخلوق خواہ کتنی بزرگ و برتر ہو اللہ تعالیٰ کا مرتبہ اور خصوصیات حاصل نہیں کرسکتی۔ مختصر یہ کہ اللہ اللہ ہے، نبی نبی، صحابی صحابی اور امام امام۔ ہر ایک کا اپنا اپنا مرتبہ ہے۔ مسئلہ توحید کا خلاصہ اور ماحاصل یہی ہے۔

آیئے! ذرا حقائق کی دنیا میں قدم رکھئے اور دیکھئے کہ حضرت علیؓ جنہیں بعض لوگ ''مشکل کشا'' کہتے ہیں خود اپنے لختِ جگر حسینؓ کی مشکل دور نہ فرما سکے اور حضرت سرورِ دو عالم ﷺ جنہیں بعض حلقوں میں ''مختارِ کل'' اور ''حاجت روا'' کہا جاتا ہے، اپنے نواسے کی حاجت روائی نہ فرما سکے جب نبی ﷺ اور علیؓ اپنے محبوب ترین لختِ جگر کی مدد کو نہ پہنچ سکے تو سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کا نمبر تو بعد کا ہے وہ کیونکر مدد کیلئے آسکتی تھیں؟

حضرت حسینؓ کا ننھا منا لخت جگر علی اصغر (ابوبکر) پانی کی بوند کیلئے تڑپتا ہے اور بڑا جگر پارہ علی اکبر (عمر) آپؓ کی آنکھوں کے سامنے اللہ کو پیارا ہو جاتا ہے، مگر حضرت حسینؓ جنہیں یا حسین یا حسینؓ کہہ کر مدد کیلئے بلایا جاتا ہے، نہ ننھے علی اصغر (ابوبکر) کو پانی پلا سکے، نہ نوجوان علی اکبر (عمر) کی جان بچا سکے۔ غور

فرمائیے کہ جب یہ مذکورہ عظیم الشان ہستیاں اپنے پارہ ہائے جگر کیلئے حاجت روا اور مشکل کشا نہیں بن سکیں تو دوسروں کیلئے کیونکر بن سکتی ہیں؟ اور دوسرا کوئی کیونکر مشکل کشا ہو سکتا ہے؟ ہر ایک کی بیک وقت دور و نزدیک سے فریاد سننا اور حاجت روائی و مشکل کشائی کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے اور کسی کا نہیں۔ اسی کو توحید کہتے ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ یہ الٰہی منصب ہے اور اس الٰہی منصب پر رب تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں بیٹھ سکتا۔ یہی نچوڑ ہے عقیدہ توحید کا۔ اگر یہ عقیدہ محفوظ نہیں تو سمجھ لو کچھ بھی محفوظ نہیں۔ توحید کے بغیر آدمی کا ہر عمل نا قابل قبول ہے۔ حقیقت وہی ہے، جسے قرآن مجید نے واضح اور دوٹوک الفاظ میں بیان فرما دیا، ارشاد ہے: ﴿وَ اِنْ یَّمسَسْکَ اللہ بِضُرٍّ فلا کاشِفَ له الا هُوَ﴾ ''اے مخاطب! اگر اللہ تعالیٰ تجھے کسی مصیبت سے دوچار کرے تو اس کے سوا کوئی تیری تکلیف دور نہیں کر سکتا۔'' [یونس: ۱۰۷]

◈ **جرأت وشجاعت کا لافانی سبق**: واقعہ شہادتِ حسینؓ ہمیں بتاتا ہے کہ ممکن حد تک لڑائی سے احتیاط کرنی چاہیے، مگر جنگ مسلط کر دی جائے اور لڑائی ناگزیر ہو جائے تو پھر بہادری سے لڑائی کرنی چاہیے۔ اس وقت خوفزدہ ہونا روا نہیں۔ بیشک حضرت حسینؓ نے مجبوری کے عالم میں جنگ کی، مگر جب دشمن مقابلے میں آ گیا تو پھر نہایت جرأت واستقامت اور شجاعت و بسالت سے آگے بڑھے۔ شاعر اسلام حفیظ جالندھری نے حضرت حسینؓ کے اس رزمیہ کارنامے پر یوں روشنی ڈالی ہے۔

لباس ہے پھٹا ہوا غبار میں اَٹا ہوا
تمام جسم نازنیں چھدا ہوا، کٹا ہوا
یہ کون ذی وقار ہے؟ بلا کا شہسوار ہے
کہ ہے ہزاروں قاتلوں کے سامنے ڈٹا ہوا
یہ بالیقیں حسینؓ ہے نبیؐ کا نور عین ہے
اُدھر سپاہ شام ہے ہزار انتظام ہے
اُدھر ہیں دشمنانِ دیں اِدھر فقط امام ہے
یہ بالیقیں حسینؓ ہے نبیؐ کا نور عین ہے
مگر عجیب شان ہے غضب کی آن بان ہے
کہ جس طرف اٹھی ہے تیغ بس خدا کا نام ہے

مختصر یہ کہ حضرت حسینؓ نے ہمیں جرأت وشجاعت کا، لافانی سبق دیا اور بتایا کہ حالات کیسے ہی ابتر اور

خوفناک ہوں دشمن کے مقابلے میں کمزوری اور بزدلی ہرگز نہیں دکھانی چاہیے۔

◈ **نیکی وشرافت کی عظمت:** نیکی اور شرافت، زندہ وپائندہ رہتی ہے۔ دیکھ لیجئے! آج ہر کوئی عالی مقام حضرت حسینؓ اور ان کے خانوادے کی تعریف میں رطب اللسان ہے اور اس کے بخلاف ابن زیاد، ابن سعد، شمر وغیرہم اور کوفہ کے جفا کاروں اور قاتلوں پر پھٹکار بھیجتے ہیں۔ بلکہ یزید بھی جس کے دور حکومت میں یہ سانحہ ہوا لوگوں کی ملامت، طعن وتشنیع اور گالی گلوچ سے نہ بچ سکا۔

اس وقت ہم بتلا رہے ہیں کہ چونکہ حضرت حسینؓ کے پاس نیکی وشرافت تھی اور کسی کے کردار کی یہ بہت بڑی خوبی ہے اسی لیے اپنے پرائے سب آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں اور آپؓ کی عظمت کو سلام بھیجتے ہیں۔ شاید ہی دنیا کا کوئی شہر، قصبہ، یا دیہات ہو جس میں حضرت حسینؓ کیلئے پاکیزہ جذبہ موجود نہ ہو۔ آپؓ کے پیارے اور باعظمت نام مبارک کا استعمال نہ ہوا ہو۔ بعض نے شروع میں پاک نام محمد لگالیا اور بعض نے آخر میں احمد، محمد وعلی لگالیا۔ آپؓ کا نام مبارک سب کو پسند ہے، اور یہ حقیقت میں آپؓ کی عظمت پر دال ہے۔ آپ کی شرافت زندہ وپائندہ ہے۔ یہ اسی کی برکت ہے کہ آپؓ کا اسم گرامی 14 سو برس سے جگمگا رہا ہے اور تا نور نیر یوں ہی جگمگاتا رہے گا۔

◈ **نماز کی اہمیت وضرورت:** واقعہ شہادتِ حسینؓ ہمیں باقاعدہ اور بروقت نماز ادا کرنے کی تعلیم دیتا ہے حضرت حسینؓ جہاں اور جس حال میں بھی رہے اہتمام سے نماز ادا کرتے رہے۔ بلکہ لڑائی میں بھی فریضہ نماز ترک نہیں کیا، کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

دیکھوں وہ امام تشنہ لب، کیسا تھا محبِ نماز
خنجر ہے حلق پر رواں، اور سر جھکا ہے نماز میں

ادائیگی نماز حضرت حسینؓ کی بہت مضبوط اور عظیم سنت ہے کہ جسے آپؓ نے کسی حال میں بھی تا آنکہ جنگ میں بھی ترک نہیں فرمایا، مگر جائے افسوس ہے کہ آج ہمارے عام کلمہ گو اور علماء وذاکرین اور نعت خوان و مرثیہ خوان دوست نماز کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ یاد رکھیئے! بے نمازی کا نبی ﷺ اور اہل بیت ﷺ سے کوئی تعلق نہیں، اگر وہ ان سے محبت کا دم بھرتا ہے تو اسے شہادتِ حسینؓ کا یہ فلسفہ پڑھتے ہی بلا تاخیر یعنی آج ہی سے نماز شروع کر دینی چاہیے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس اسوۂ حسینی پر بھی چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

◆ **مشورہ کی اہمیت:** اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق بھی ملا کہ ہمیں اہم اور بڑے امور میں اپنے احباب و اعزہ سے ضرور مشورہ کر لینا چاہیے، اور اصحاب رائے کے مشورے کو اہمیت دینی چاہیے۔ اس سے بیش قیمت اور سود مند نتائج برآمد ہوتے ہیں اور زیادہ دماغ ہوں تو پیش آمدہ مسئلے کا بہتر حل نکل آتا ہے۔ بیشک بات اپنی مانیں اور منوائیں مگر امور مہمہ میں مشورہ لینے میں بڑے فوائد مضمر ہیں۔ اپنے آپ کو ان سے محروم نہ کریں۔ کئی مرتبہ بڑے بڑے اچھے گوشے سامنے آجاتے ہیں کہ آدمی ان کی بنا پر اپنی رائے میں نظر ثانی کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے، بڑے بڑے نقصانات سے بچ جاتا ہے اور گوناں گوں فوائد حاصل کر لیتا ہے۔ تاریخ عالم، تاریخ اسلام اور عام تجربات و مشاہدات میں بلکہ سیرت النبی ﷺ اور سیرت خلفائے راشدینؓ اور آثار صحابہؓ وائمہؒ میں مشورے کے مفید و نتیجہ خیز ہونے کے کثیر واقعات موجود ہیں۔

کاش! حضرت حسینؓ سفر کوفہ میں نکلنے اور اپنا عزم بالجزم کرنے سے قبل اجلہ رفقاء اور قابل ذکر احباب سے مشورہ لے لیتے اور جن ساتھیوں نے آپؓ کو مشورہ دیا تھا ان کے مشورے کو اہمیت دیتے۔ ایسی صورت میں عین ممکن تھا کہ تاریخ میں حادثہ کربلا نام کا کوئی سانحہ ہی نہ ہوتا۔ یہ الگ بات ہے کہ سب کچھ اللہ کے علم اور تقدیر میں پہلے سے تھا اور اس کی حکمت اور فلسفہ بھی اسے معلوم ہے۔ جو ہمیں معلوم ہو سکا وہ ہم بیان کر رہے ہیں۔ بیشک تقدیر کا علم اللہ کو ہے مگر ہمیں شرعی احکام کا خاص خیال رکھنے کا حکم ہے (مَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ) ''جس نے اپنے کام میں مشورہ لیا وہ پشیمان نہیں ہوتا۔'' کتنا مبنی بر حکمت جملہ ہے۔

آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس سے بزرگ و برتر کون ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے:

﴿وَ شَاوِرْ هُمْ فِي الامرِ﴾ ''اور اپنے ساتھیوں سے مشورہ لے لیا کریں۔'' [آل عمران:۱۵۹] اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو یہ حکم مشورے کی اہمیت کو واضح کرنے اور امت کو سمجھانے کیلئے دیا۔ امید ہے ہم مشورے کی اہمیت کو پہچانیں گے۔

◆ **آزمودہ را آزمودن خطا است:** اس عظیم سانحہ نے ہمیں ایک اور قیمتی سبق یہ دیا کہ جس کو آزمایا جا چکا ہو، اسے دوبارہ آزمانے کی ضرورت نہیں۔ اسے دوبارہ، سہ بارہ اور بار بار آزمانا نادانی ہے۔ یعنی یہ اپنے اندر فائدہ کم اور نقصان زیادہ رکھتا ہے۔ بلکہ اس طرح سوائے تضیع اوقات کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ حدیث مبارکہ ہے: یعنی مومن جہاں سے ایک مرتبہ نقصان اٹھائے وہاں سے دوسری مرتبہ نقصان نہیں اٹھاتا۔ جس سوراخ سے

سانپ یا بچھو ایک بار کاٹتا ہے دانشمند آدمی وہاں دوسری بار ہاتھ نہیں ڈالتا، اگر ڈالے گا تو پھر نقصان اٹھائے گا۔ دانشوران فارسی کا مقولہ ہے۔ ''آزمودہ را آزمودن خطا است'' مطلب یہ کہ جسے ایک بار آزمایا گیا ہوا سے دوبارہ آزمانا جہالت و نادانی ہے۔ جس شہتیر کو گھن لگا ہوا ہو، اسے چھت کے نیچے ڈالنا خطرے سے خالی نہیں ہوتا۔

ساری دنیا جانتی تھی کہ اہل کوفہ کے خمیر میں عنصر وفا کی حد سے زیادہ کمی بلکہ فقدان تھا۔ حضرت علیؓ کو انہوں نے دھوکا دیا۔ حضرت حسنؓ کے نیچے سے مصلیٰ کھینچ کر ان کی تذلیل کی۔ مسلم بن عقیل کا ساتھ نہ دیا۔ بھلا ایسے بے وفا طوطا چشم اور مطلب پرست لوگ حضرت حسینؓ سے کیونکر وفا کر سکتے تھے؟ کبھی نہیں۔ خوب کہا کسی نے۔

بنتے ہو وفادار، وفا کر کے دکھاؤ
کہنے کی وفا اور ہے کرنے کی وفا اور

◆ **ظلم اور شقی آخر سزا پاتا ہے:** اس واقعہ عظیمہ نے ہمیں بتایا کہ کوئی بھی ظالم اور شقی اللہ تعالیٰ کے قہر سے نہیں بچ سکتا اور اکثر وہ اُخروی عذاب سے قبل دنیوی عذاب سے بھی دوچار ہو جاتا ہے، چنانچہ قاتلین حسینؓ کو دنیا ہی میں عبرتناک سزا مل گئی۔ سچ کہا قرآن حکیم نے ﴿و لا تحسبن اللہ غافلاً عما یعمل الظلمون﴾ ''ظالموں اور ستم رانوں سے اللہ تعالیٰ کو ہرگز بے خبر نہ سمجھئے۔'' [ابراہیم:۴۲]

قرآن وحدیث اور تاریخ اسلام میں بہت سے واقعات ملتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجرمین کو بروقت سزا دی۔ قوم نوح، قوم صالح، قوم ہود، قوم موسیٰ، فرعون، قارون، ہامان اور دیگر بہت سے متمردین طاغین کے حالات اس پر شاہد ہیں۔ تاریخ میں بکھرے ہوئے واقعات اس قدر ہیں کہ اِن کا استقصاء (احاطہ) آسان نہیں۔ چنانچہ قدرت کے طاقتور ہاتھ نے ان اشقیاء کو دنیا ہی میں عبرتناک سزا دے کر انہیں کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ آخرت کی سزا اس کے علاوہ ہے جو اس سے کئی گنا زیادہ ہوگی۔ اللّٰھم احفظنا منہ.

جامع مسجد اہل حدیث میرپور میں عظیم الشان جلسہ

مورخہ 18 اکتوبر بروز ہفتہ بعد از نماز عشاء جامع مسجد اہل حدیث کلیال شہر و میرپور میں عظیم الشان تبلیغی و اصلاحی کانفرنس منعقد ہوئی، نائب مدیر الجامعہ حافظ عبدالغفور جہلمی مہمان خصوصی تھے۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض مولانا خلیل الرحمٰن صدر اہل حدیث یوتھ فورس میرپور آزاد کشمیر نے سرانجام دیئے۔ کانفرنس سے مولانا عبدالغنی محمدی اور حضرت مولانا قاری خالد مجاہد خطیب پتوکی نے خطاب کیا۔